ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

مستنصر حسین کے ناولوں کے نسوانی کردار (قربتِ مرگ میں محبت، اے غزل شب)

کشف افتخار بھٹی
پی ایچ ڈی اسکالر، جی سی یو لاہور

Abstract:

Mustanasir Hussain Tarar was born in Lahore. The customs and traditions established in Lahore and its surroundings also had an effect on the personality of Mustanasir Hussain Tarar. His childhood was spent in the streets of Lahore. Civilization and culture influenced them. From eating and drinking to marriage and other ceremonies, the customs and traditions were absorbed in their minds. Mustanasir Hussain Tarar is known in the world of literature. He is a Pakistani writer with a versatile personality. His literature has enlightened new trends in Urdu literature with its colorfulness and charm. He is known as a travel writer, columnist, novelist, fiction writer and dramatist as well as a TV host. Mustanasir Hussain Tarar has presented many social and political events to the readers. His writings are a sign of his perspective and social consciousness. His writings reflect civilization and society in its customs, politics, philosophy. How many cultural scenes and phenomena of history, traditions, superstitions, myths, beliefs and religion have been inhabited. His writings are a prominent example of cultural, civilizational and historical background

مستنصر حسین تارڑ کے اجداد کا تعلق گجرات کے قریب مصروف قصے جو کالیاں سے ہے۔ آپ یکم مارچ ۱۹۳۹ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ۱۹۲۸ء میں تلاش معاش کے سلسلے میں لاہور کا رخ کیا۔ یہاں پر انھوں نے کسان اینڈ کمپنی کے نام سے سبزیوں اور بیجوں کی دوکان کھولی۔ ان کا آبائی پیشہ کاشت کاری تھا۔ لیکن تارڑ کے والد چوہدری رحمت خان تارڑ اپنی برادری کے پہلے شخص تھے۔ جنہوں نے میٹرک کیا اور زرعی نوعیت کے ایک جریدے " کاشتکار جدید کا اجرا بھی کیا اور زراعت سے متعلق کم و بیش ہیں پچیس کتب تصنیف کیں جو اُردو میں علمِ زراعت کی اولین کتابیں تھیں۔ مستنصر حسین تارڑ چھ بہن بھائیوں میں پہلے نمبر پر ہیں۔ آپ کے ماموں نے عباسی خلیفہ مستنصر کے نام پر اپنے بھانجے کا نام مستنصر رکھا۔ آپ کی دادی آپ کا نام لعل خان رکھنا چاہتی تھیں۔ مشکل نام ہونے کی وجہ سے آپ کی نانی آپ کو تنصی" کہہ کر پکارتی تھیں۔ مستنصر حسین تارڑ کے دو بیٹے سلجوق تارڑ اور سمیر تارڑ ہیں۔ بیٹی کا نام قرۃ العین ہے جو کہ ڈاکٹر ہیں۔ بیٹوں کا تعلق پاکستان سول سروسز کے شعبوں کسٹم اور سفارتکاری سے ہے۔ بڑے بیٹے سلجوق تارڑ اقوام متحدہ میں سفیر ہیں، جبکہ چھوٹے بیٹے سمیر تارڑ کسٹمز میں ملازمت کرتے ہیں۔ تارڑ نانا اور دادا دونوں منصبوں پر فائز ہیں۔ اگرچہ تارڑ کے ناولوں میں نسوانی کرداروں کی بھرمار ہے لیکن تارڑ نے ایک ہی شادی پر اکتفا کیا۔ میمونہ تارڑ کے ساتھ اُن کی زندگی کا یہ سفر خوشحالی سے چلتا آرہا ہے۔ مستنصر حسین تارڑ کی شخصیت پر اُن کے والد کے گہرے اثرات ہیں۔ آپ کی والدہ نواب بیگم بھی ایک سگھڑ خاتون تھیں اور اُن کے بے تکلف محاورے جو کہ پرندوں زمین اور درختوں کے متعلق ہوتے تھے۔ اُن کا خاصا تھے۔ مستنصر حسین تارڑ کا خاندان جو کالیاں سے چیمبر لین روڈ اور پھر لکشمی مینشن لاہور میں قیام پذیر رہا۔ یہاں پر تارڑ کو سعادت حسن منٹو، معراج خالد، خورشید شاہد اور عائشہ جلال کی ہمسائیگی نصیب ہوئی۔ اس کے بعد ان کا خاندان ۲۲ بے گلبرگ تھری میں منتقل ہو گیا۔ کچھ عرصہ قبل یہ مکان اکادمی ادبیات کو کرائے پر دے دیا گیا اور آپ کا خاندان ۲/ ۲۶۵ آرسیکٹر، فیز ۲۔ ڈی۔ ایچ اے منتقل ہو گیا۔ مستنصر حسین تارڑ نے اندرون لاہور کی مسجد تاجے شاہ سے دینی تعلیم کا آغاز کیا۔ رنگ محل مشن سکول لاہور سے پہلی اور دوسری جماعت پاس کی۔ نارمل سکول گھکھڑ منڈی سے تارڑ نے تیسری اور چوتھی جماعت پاس کی، دوبارہ لاہور آکر رنگ محل مشن سکول سے پانچویں جماعت پاس کی۔ اس کے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

بعد مسلم ماڈل سکول سے میٹرک پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف۔اے کیا۔ سکول کے زمانے میں عمر فاروق مودودی کے مقابلے میں بزم ادب سیکرٹری کا انتخاب جیتا۔ گورنمنٹ کالج کے زمانہ طالب علمی میں کالج کے ہائیکینگ اور مونیٹرنگ کلب کے ساتھ وادی کشن گنگا مہم کے لئے کشمیر گئے۔تارڑ کی تشکیل شخصیت میں اس واقعہ کا گہرا حصہ ہے۔

قربت مرگ میں محبت مستنصر حسین تارڑ کا ایک اہم ناول ہے یہ نئی اور پرانی تہذیب کے سنگم کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یہ ناول ۲۰۰۳ء میں منظر عام پر آیا۔اس ناول کے نسوانی کردار درج ذیل ہیں:۔

پکھی :

پکھی دریائے سندھ کے کنارے مہمانوں کی نسل کی ایک عورت ہے۔ جو سرور کی بیوی ہے۔اس کا مہاندرہ دراوڑی نسل کی عورتوں جیسا ہے۔اپنے رواج کے مطابق اُس کا پہناوا اور سوچ بالکل عام مہمانوں کی عورتوں جیسا ہے۔ وہ بیچ کے ارد گرد ناچ گانے سے بھی نہیں کرتی اور تقریباً بالکل آزادانہ کپڑوں کی پرواہ کیے بغیر اپنے بچے کو دودھ پلاتی رہتی ہے۔

> ''وہ اپنا میلا کچیلا جھگا گریبان میں اڑسے اپنے بچے کو دودھ پلاتی رہتی تھی اور بار بار اپنے جسے کو آگے کرتی تھی تاکہ دباؤ سے دودھ بڑھے۔اور بچے کی چھٹی ناک اس کے زور سے مزید چوری ہوتی تھی اور اس کا دم گھٹتا تھا۔اور وہ ایسے اطمینان سے اور لاپروائی سے دودھ پلاتی تھی، جیسے کوڑے کے ڈھیر پر دراز ٹانگیں پھیلائے ایک کتیا اپنے پہلے کے ہونٹوں کو اپنے تھن پر بچھتے اور اس کے اندر سے ماں جائی کا اس چوستے ہوئے.....نہایت اور کسی شرم کے بغیر لیٹی رہتی ہے۔'' (۱)

پکھی میں شرم اور تمیز کا شائبہ نہیں کیونکہ اُس کی پرورش خانہ بدوشوں میں ہوئی ہے اور وہاں اخلاقیات یا رکھ رکھاؤ کا خیال عبث ہے۔

عابدہ سومرو:

عابدہ سومرو کا کردار ایک وڈیرنی کا کردار ہے۔ جس کا سسر فیڈرل سنٹر ہونے کے ساتھ ساتھ گدی نشین مرشد بھی ہے۔

عابدہ سومرو خاور کے ساتھ اپنے راہ ورسم بڑھانے کے لیے اپنی زندگی کے بارے میں بہت سے جھوٹ بولتی ہے۔ یہ کردار ایک ذہنی عارضے میں مبتلا نفسیاتی مریضہ کا کردار ہے جو اپنے آپ سے ہمدردی کروانے کے لیے من گھڑت کہانیاں بھی گڑھ لیتی ہے۔اپنے من پسند انسان کو مخاطب کرنے کے لیے اپنی شان و شوکت اور جاہ و جلال کو بھی بالائے طاق رکھتے ہوئے نہایت عاجزی سے اُس سے اُس سے مخاطب ہوتی ہے۔ کسی بھی مرد کو زیر کرنے کے لیے اُسے تمام چالیں بخوبی آتی تھیں۔

> ''عابدہ سومرو اسی باضابطہ اور میکانکی حساب کتاب کی ماہر کھلاڑی تھی جس کے نتیجے میں وہ کسی مرد کو نیم دیوانگی کی حدوں تک لے جاسکتی تھی اور اسے چت کر کے اس پر سوار ہو سکتی تھی۔ وہ ہر گز ایک تاثیر اور بندے کو اوندھا کر دینے والی عورت نہ تھی۔'' (۲)

عابدہ سومرو اپنی جھوٹ کی بیاری کا ڈرامہ رچا کر اور کی ہمدردیاں سمیٹ چکی تھی اور اس سب کے دوران اُس نے کمال اداکاری سے خاور کو زیر کر لیا تھا۔ وہ ایسی ایسی یونیورسٹیوں کے نام لیتی تھی جن کے نصاب سے بھی واقف نہیں تھی۔اور ایسے لوگوں سے اپنے روابط بتاتی تھی جن کو کبھی زندگی میں بھی نہ ملی تھی۔

> ''لینڈ کروزر کا ڈیزل ختم ہو جاتا ہے پر میرے بابا سائیں کی زمین ختم نہیں ہوتی۔ تو میں گری پڑی شے نہیں ہوں . میں آکسفورڈ میں تھی۔۔۔اور یہ جو تمہارا عمران خان ہے۔۔۔ امی۔۔۔تو میرا کلاس فیل تھا۔یہ کرسٹینا اور جمائما تو بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ وہ مجھ پر مرتا تھا منت کرتا تھا۔۔۔ ۔۔میرے پاؤں پکڑتا تھا کہ شادی کے لیے مان جاؤ پر سائیں میں کیسے مان جاتی میں تو ایک حیادار مشرقی لڑکی تھی اونچے خاندان کی تھی کیسے مان جاتی ۔۔۔۔'' (۳)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

عابدہ سومرو کو ایسی کہانیاں بنانے میں کمال ملکہ حاصل تھا وہ کانوونٹ سٹف تھی اور پڑھی لکھی تھی۔ علاج کی مرشد تھی۔ قاری زبان میں بات کو کہنے اور منوانے میں اسے کوئی وق محسوس نہیں ہوتی تھی۔ یہ کردار اپنی حقیقت کا کر اپنی ایک دوست کے ہاتھوں ہوا جس کے مرنے اور جنازے کی من گھڑت کہانی وہ سنا چکی تھی۔ شہلا آفریدی نے ہی خود کو عابدہ سومرو کا یہ بتادیا۔

شہلا آفریدی:

شہلا آفریدی عابدہ سومرو کی سہیلی کا کردار ہے۔ یہ کردار ایک مختصر وقت کے لیے ناول میں نظر آتا ہے۔ جب خاور کو عابدہ سومرو کی حقیقت بتاتا ہے کہ وہ اپنے شوہر اور بچی کے ساتھ امریکہ چلی گئی ہے۔

طاہرہ:

طاہرہ ایک اداکارہ کا کردار ہے جسے منی مدھو بالا کے طور پر جانا جاتا ہے۔ اداکاری کے دوران اُسے رونے پر کمال ملکہ حاصل تھا۔ وہ خوب صورت مختصر بدن کی مالک اداکارہ جوانی میں ہی کینسر سے لڑتے زندگی کی بازی ہار گئی۔

"ایک دھان پان سی گوری چٹی اور باریک ہنستی ہوئی آنکھوں والی لڑکی ۔۔۔ طاہرہ ایک پُر اثر اور اپنی موجودگی سکرین پر ثابت کر دینے والی اداکارہ۔۔۔ اس میں تھوڑا سا فلمی رنگ تھا جو ٹیلی ویژن پر جچتا نہیں لیکن اس کے باوجود اس کی ظاہری معصومیت دل کو بھلی لگتی تھی۔۔۔ اس کی سب سے بڑی خصوصیت اس کا بے اختیار اور بے مثل رونا دھونا تھا۔۔۔ وہ المیہ مناظر میں تو روتی ہی تھی لیکن خوشی کے موقعوں پر ہی دھواں دھار روتی ہوئی ہستی تھی اور مسرت کو المیے کی قربت میں لے جا کر ایک نیا انداز دیتی تھی. اور وہ روتی ہوئی اچھی لگتی تھی۔(۴)

ایک معصوم اداکارہ اور خوبصورت لڑکی کا کردار ہے جسے بہت آسانی سے موت نے اپنی آغوش میں لے لیا۔

فرزانہ بیگ:

فرزانہ بیگ خاور کے دوست کی بیٹی کا کردار ہے جو خاور اور مسز مرزا کو ایئرپورٹ پر دیکھ لیتی ہے۔ اپنے شیر خوار بچے کے ہمراہ وہ کراچی کے سفر کے دوران مسز مرزا کو خاور کے ساتھ اٹھکیلیاں کرتے ہوئے یہ جان لیتی ہے کہ یہ رفاقت اور قربت غیر معمولی ہے۔

مسز مرزا:

مسز مرزا کا کردار اس ناول میں ایک گمنام کردار ہے۔ وہ پیٹونیا کے گملوں کے پاس بیٹھے خاور کو فون کرتی ہیں تو اپنا تعارف پاگل خانہ کہہ کر کرواتی ہے۔ ایسی عورت کا کردار ہے جو اپنے حصے کی خوشیاں زندگی سے کشید کر چکی ہے لیکن پھر بھی اپنی محبت اور چاہت کو نہیں بھولی اور جب اُسے پتہ چلتا ہے کہ وہ کینسر کی مریضہ ہے تو وہ اپنی محبت کو پانے کے لیے اس کے ساتھ وقت گزاری کے لیے اپنے محبوب سے رابطہ کرتی ہے۔ اس رابطے میں جنس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ وہ صرف اور صرف اپنے محبوب کی قربت چاہتی ہے۔ اپنے تینوں بیٹوں کی شادی کر کے وہ آخری بیٹے کی شب عروسی میں قدرے جلن محسوس کرتی ہوئی خاور سے رابطہ کرتی ہے اور اُس سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کرتی ہے۔

مسز مرزا غلافی آنکھوں والی ایک حسین عورت ہے جو تین بچوں کی ماں ہونے کے باوجود ایک خوب صورت جاذب نظر کشش رکھتی ہے۔

"آج میرے تیسرے اور سب سے چھوٹے بیٹے کی شادی تھی۔ وہ دونوں اپنے کمرے میں ہیں اور گاڈ نوز کیا کر رہے ہیں۔ مجھے ان تین گرہوں نے باندھ رکھا تھا۔ آج آخری گرہ بھی کھل گئی ہے۔ میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔ بتاؤ کب؟" (۵)

وہ اپنے محبوب کے بارے میں سب جانتی ہے۔ اُس کے کپڑوں اور اُس کی وارڈروب کے ایک ایک چپے سے واقف ہے۔ وہ اُس کی ہر ہفتے کی کراچی جانے والی فلائٹ کے وقت ایئرپورٹ پر موجود رہتی ہے۔ ملاقاتوں کے دوران وہ بارہ کہو میں چٹانوں کے درمیان اُس کے لیے کھانے پینے کی چیزیں ملاقات سے ایک دن پہلے ہی محفوظ کر جایا کرتی تھی۔ وہ اپنے بیگ سے گولیاں اور کیپسول نکال کر پھانکتی رہتی لیکن کبھی بھی کسی پر یہ عقدہ نہ کھلا کہ وہ کینسر کی مریضہ ہے۔ اُس کا سب سے خوبصورت اور جاذب نظر حصہ اس کی غلافی آنکھیں تھیں جو کسی کو بھی اپنی کشش کا شیدائی بنا سکتی تھیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

"وہ کوئی یکدم دیکھنے والے کو اپنے حسن سے سنانے میں لے جانے والی عورت ہر گز نہ تھی لیکن اس کی موجودگی کو نظر انداز کر جانا ممکن نہ تھا۔اس کا سبب اس کی تلافی آنکھوں کی اداس کشش تھی،اسکے دیگر خدوخال نہ تھے۔" (۶)

سملی ڈیم روڈ پر بارہ کہو کے پاس وہ خاور سے ملاقاتوں میں مصروف رہی اور اب اُس نے اپنے بیٹے کی مدد سے اُس کے ساتھ کراچی جانے والی فلائٹ میں بھی لگی۔ایک دن جب وہ بغیر کسی وجہ کے اُس کی پشت سے بے جا گتی تھی اور اُس کے پاؤں کے ساتھ پاؤں لگانے کی عجیب وغریب حرکتیں کرتی تھی۔اُس کے بعد خاور نے اُس سے پیچھا چھڑا لیا اور اس سے فون یا ملاقات کا سلسلہ بند کر دیا۔اُس کے بیٹے اور شوہر یہ بات تو جانتے تھے کہ اُن کی ماں خاور کو پسند کرتی ہے اُس کی تحریر میں اور ٹی وی پر آنا اس پر اثر انگیز ہوتے ہیں۔ لیکن وہ اُس کی ملاقاتوں کا سلسلہ نہیں جانتے تھے۔ایک دن وہ اس کشمکش میں کینسر کے ہاتھوں جان کی بازی ہار گئی۔

ڈاکٹر سلطانہ شاہ:

کوئٹہ کے ایک سکول ماسٹر کی بیٹی جو اپنے ننھے انگوٹھے سے باپ کی سائیکل کی گھنٹی بجاتی بڑی ہو گئی۔بلوچستان کہ ایک انتہائی متوسط گھرانے کی لڑکی جو سکالر شپ پر امریکہ انتھر ویولوجی میں پی۔ایچ۔ڈی کرنے جاتی ہے۔بلوچستان کے پردہ دار ماحول میں پلی بڑھی سلطانہ شاہ اوائل میں ماں کا دیا ہوا قرآن پاک کا نسخہ بھی امریکہ میں پڑھتی ہے اور پردہ داری کا بھی خاص اہتمام کرتی ہے۔لیکن وہاں پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اُس کی زندگی بدل جاتی ہے اور وہ خود کو امریکی رنگ میں رنگ لیتی ہے۔شراب نوشی کے لیکر نائٹ کلب میں جانا اُسے معیوب نہیں لگتا۔اُس کا لباس ایک بڑے تنبو سے نکل کر سکرٹس اور جینز میں تبدیل ہو جاتا ہے۔نیلی آنکھوں والی سلطانہ شاہ وہاں دیار عہد میں بھی خوبصورتی کی مثال تھی۔

"لیکن اس شب ہم سب پندرہ میں لڑکے اور لڑکیاں سب کے سب پروفیشنل ۔۔۔ٹیچرز۔۔۔آرکی ٹیکٹس اور ڈاکٹرز ۔۔۔اس فلیٹ میں جو کچھ پینے کو موجود تھا۔اس اپنے اندر انڈیلتے گئے اور کچھ زیادہ ہی ڈرنک ہو گئے اتنے زیادہ کہ دو چار ڈرنکس کے بعد جو جوڑے چپکے سے کھسک جاتے تھے کسی بیڈ روم میں یا جگہ نہ ہو تو باتھ روم میں الگ ہو جاتے تھے اور کچھ دیر بعد واپس آکر ہائے ایوری باڈی کہہ کر منہ پونچھتے تھے بار بار لباس درست کرتے پارٹی میں پھر سے شامل ہو جاتے تھے وہ بھی اس درجے کے خمار میں آگئے کی بدن اور جنس کو بھی فراموش کر گئے۔"(۷)

اس سرمست رات کے بعد جب وہ نشے میں ڈوبی ایک ایرانی ٹیکسی ڈرائیور کے ہمراہ اپنے فلیٹ پر پہنچی تو اُسے زندگی کے حقیقی معنوں سے آشنائی حاصل ہوئی۔اس کے بعد جب اُس کے منگیتر کی موت کی اطلاع اُسے دی گئی تو وہ مرگ کے تصور سے آشنائی پر آمادہ ہو گئی اُسے خاور ایک ایسا شخص نظر آیا جو کہ مرگ پر بہت زیادہ لکھتا تھا اور وہ مرگ کا فلسفہ اُسی سے سمجھنے پر مصر تھی۔

اُس نے خاور کے ساتھ ملاقات کا وقت مقرر کر لیا اور اسلام آباد کی کورڈمار کیٹ میں اجرک کے شلوار کرتے میں ملبوس وہ خاور کو نظر آگئی۔خاور کی توقعات کے برعکس وہ ایک ٹین ایج لڑکی تھی جس کے بالوں میں کہیں کہیں سفیدی کی ایک لکیر نظر آجاتی تھی۔

کورڈمار کیٹ سے نکل کر وہ ایک مقام پر بیٹھی اُس سے موت کے متعلق گفتگو کرتی رہی۔خاور کے اُس کے ہوسٹل جانے پر شاید اُسے اچھا نہ لگا اور وہ اُسے لاتعلقی سے ملی۔وہ خاور کے ساتھ اس کے بعد کھنڈرات میں گھومتی رہی اور موت کا تصور کرتی رہی۔ایک وقت میں خاور اور وہ ایک دوسرے میں دلچسپی محسوس کرنے لگے وہ اپنے عمر ڈاکٹر ہاشم سے رشتہ توڑنے پر بھی آمادہ ہو گئی لیکن سری لنکا سے اُس کی واپسی سے پہلے ہی خاور جو اُسے موت کا فلسفہ سمجھانے والا تھا خود ہی موت سے ہمکنار ہو گیا اور سلطانہ شاہ اپنے اس موت کے فلسفے سے آشنا نہ ہو سکی۔

ناول "اے غزال شب":

یہ ناول ۲۰۱۲ء میں منظر عام پر آیا۔اس ناول میں سُرخ انقلاب اور سویت یونین کے متعلق بیان کیا گیا ہے۔

گالینا:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

کا مریڈ ظہیر الدین کی بیوی ہے۔ناول میں اس کا کردار ایک مفلوج بوڑھی عورت کا ہے جو سارا دن وہیل چیئر پر بیٹھی رہتی ہے کہ وہ ہر وقت سوچوں میں گم رہتا ہے اور کوئی کام نہیں کرتا۔اس کی وجہ سے گھر کی حالت بھی خراب ہے لیکن ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ اپنے دوست کی مدد سے مجسموں کا کاروبار شروع کر دیتا ہے۔اس سے گھر کی مالی حالت بھی سدھر جاتی ہے اور گالینا کے شکوے بھی کم ہو جاتے ہیں۔گالینا اور ظہیر الدین کی ملاقات ماسکو سٹیٹ یونیورسٹی میں ہوتی ہے۔گالینا کی وجہ سے ظہیر الدین کو روسی زبان سیکھنے میں بھی کوئی دشواری محسوس نہیں ہوتی۔گالینا کی طرف ظہیر الدین کی کشش کو مصنف درج ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

جوانی میں گالینا کسی حد تک فربہ جسم کی حامل تھی لیکن اُس کے جسم میں ایک مخصوص کشش ضرور تھی جو کہ ظہیر الدین جیسے نوجوان کے لیے کشش کا باعث تھی۔ گالینا ماسکو کے نواح میں واقع ایک فارم ہاؤس میں مقیم کھیت مزدور کی بیٹی تھی اور انقلابی ذہن رکھتی تھی۔

مصنف کا لینا اور ظہیر الدین کے تعلق کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> وہ پاکستان سے آئے ہوئے اس قدر چھپنیو اور کلاس میں اکثر چپ رہنے والے بدھو سے خوش آثار نوجوان پر فرار ہو گئی...
> روسی لڑکیاں عام طور پر بہت پریکٹیکل ہوتی ہیں۔وہ کسی الوہی خواب ناک محبت کے انتظار میں زندگی نہیں کنواتیں۔اگر کوئی دل کو بھا گیا ہے اور اُس کے کمیونسٹ نظریات بھی مستحکم ہیں تو اُسے کیوں کھویا جائے۔تب وہ اپنے پھولدار فراک میں کیسی بھری بھری متناسب اور بدن کو فوری طور پر قربت کے ہیجان سے آشنا کرنے پر قادر ہوا کرتی ہیں۔(۸)

شادی کے بعد گالینا کا جسم دریچوں کے بعد ہی فربہ ہو گیا اور وہ وہیل چیئر پر بیٹھی واڈکا کے گھونٹ پھرتی رہتی تھی۔یوکرین اس واڈکا میں تیزاب جیسی خاصیت تھی۔جس کی بدولت اس کی ہڈیاں گل رہی تھیں۔

روسی خواتین کی فطری بے باکی کے پیش نظر گالینا نے ظہیر الدین کی طرف پہل خود کی۔ایک دوپہر کی ملاقات کے بعد ان دونوں نے باقاعدہ شادی کر لی۔شادی کے بعد ظہیر الدین کے ساتھ بوریوالہ آگئی لیکن وہ یہاں مستقل قیام نہیں کر سکتی تھی۔ظہیر الدین اُسے واپس لے کر آ گیا۔روس کے ساتھ گالینا کے لگاؤ کو مصنف نے یوں واضح کیا ہے۔

> ”بے شک وہ میلوں ٹھیلوں اور نوجوانوں کے اجتماع میں نہایت پر جوش انداز میں انقلابی ترانہ انترنا شنل گایا کرتی تھی۔پر وہ دل سے انٹر فائنل نہ ہو سکتی تھی،وہ صرف روسی ہو سکتی تھی۔“(۹)

گالینا اپنی محبت کو ایک پُر جوش ساتھ نہ دے سکی جہاں ظہیر الدین اُسے آسائش نہ دے سکا وہ اُس پر مسلسل لعن طعن برساتی رہتی۔شروع میں ظہیر الدین سے جذباتی لگاؤ کے باعث اُس نے پنجابی کا فقرہ مینوں تیرے نال پیار ہو گیا سیکھ لیا تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اُس کا جذباتی لگاؤ بھی مدھم پڑ گیا۔بورس کی پیدائش کے بعد گالینا نے دنیا کے سب سے بڑے سٹور گم میں ایک سیلز گرل کے طور پر ملازمت کر لی۔وہاں پر وہ کچھ نذرانے وصول کر کے ضرورت مندوں کو اس قحط زدہ دور میں ضرورت کی اشیاء دے دیتی۔لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب اُس کی جسمانی وضع قطع بھدی ہونے لگی تو اُسے اس ملازمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔گالین ظہیر الدین کے ساتھ میاں بیوی کے تعلق میں بندھی ہوئی عورت ہے۔وہ ظہیر کے کھو جانے اور اُس کے باعث پریشانی میں مبتلا ہونے پر اُس کی سرزنش بھی کرتی ہے۔جب ظہیر الدین پاکستان واپس چلا جاتا ہے تو ایک خاص وقت کے بعد وہ اس کی کمی کو محسوس کرتی ہے اور بورس کی ذریعے ظہیر الدین کے دوست سے اُس کے متعلق معلومات بھی چاہتی ہے لیکن اتنے سالوں سے اُس کا اپنے شوہر سے تعلق سرد پڑ جاتا ہے۔

ہلڑڈ:

ایک خوبصورت جرمن لڑکی جس کا حسن بڑھاپے میں بھی ہنوز برقرار ہے۔وہ ایک پر تمکنت اور خوشنما عورت نظر آتی ہے۔بڑھاپے میں بھی کوئی بھی شخص اسے دوسری دفعہ دیکھے بغیر نہیں گزر سکتا تھا۔سرخ انقلاب کے دنوں میں وہ جب برلن کے مشرقی حصے میں انقلاب کے پمفلٹ تقسیم کرتی تھی تو لوگ محض اُس کی شکل سے متاثر ہو کر وہ پمفلٹ خرید لیتے تھے جن کی اُن کو چنداں ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

ہلٹر ڈ پاکستان سے آئے ایک لکھنوی شخص عارف نقوی پر فدا ہو جاتی ہے اور اُس سے شادی کر لیتی ہے۔ ہلٹر ڈ کے اندر عام یورپی خواتین کی طرح بے وفائی نہیں ہے وہ ایک باوفا اور خیال رکھنے والی بیوی ثابت ہوتی ہے۔ ہلٹر ڈ ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ اُس قدموں میں شادی کے ڈھیروں پیغامات تھے لیکن وہ ایک پاکستانی ادیب جس کی ٹائی ہمیشہ شوخ سرخ رنگ کی ہوتی تھی اور ایک سرخ گلاب اُس کے کار میں اٹکا ہوتا تھا اُس پر قدر ہو گئی۔ وہ اپنے شوہر کے ساتھ بہت وفادار ہی اکثر اُس کی آنکھیں بند ہوتی تو وہ اُسے اُس ڈر سے سینے سے لگا لیتی کہ یہ کہیں مر تو نہیں گیا۔ اُس کے شوہر عارف نقوی کو جو شراب کی عادت پڑتی جا رہی تھی۔ وہ اُسے چھڑوانا چاہتی تھی۔ بلکہ رات کو وہ شراب کو تالے میں بند کرنا کبھی نہیں بھولتی تھی۔

ہلٹر ڈ عارف نقوی کی صحت کے ساتھ ساتھ اُس کے مذہبی جذبات کی بھی قدر کرتی تھی اور اُس کے مطابق خود کو ڈھالنے کی کوشش بھی کرتی تھی اور محرم میں عارف نقوی کے کہنے پر وہ شراب کی بوتل کو ہاتھ تک نہیں لگاتی تھی۔ ہلٹر ڈ کی اپنے شوہر کے ساتھ بے پناہ محبت اور وفا بھی کسی کام نہ آسکی اور اُسے ایک دن عارف نقوی کو تنہا چھوڑ کر اس دنیا سے جانا پڑا۔ عارف نقوی اور ہلٹر ڈ کی صرف ایک بیٹی تھی۔ ہلٹر ڈ کی خواہش کے مطابق اُس کے شوہر نے اُس کی لاش کو برلن کے آتش کدے میں جلوا دیا اور اُس کی راکھ کو ہمیشہ کے لیے اپنی جیب میں قید کر لیا۔ ہلٹر ڈ اپنے شوہر کی جذباتی کشمکش میں بھی کبھی اُس کا ساتھ نہیں چھوڑتی تھی اور ایک باوفا دوست اور بیوی کی طرح اُس کے دُکھ اور ذہنی کرب میں شریک ہوتی تھی۔ عارف نقوی چونکہ ایک سٹیج اداکا بھی تھا وہ پرانے وقتوں اور نئے وقت کو سٹیج پر ہونے والی تبدیلی سے ہی موازنہ کرتا تھا۔ ہلٹر ڈ نہایت عمدہ دلیلوں سے اُسے سمجھاتی اور قائل کرنے کی کوشش کرتی رہتی ہے کہ تم سرمایہ داری نظام سے سمجھوتہ کر لو اور اس نئے نظام میں ڈھل جاؤ۔

ہلٹر ڈ ایک عملی ذہن کی حامل عورت ہے جو کہ جذبات سے زیادہ سوچ اور عقلی دلائل سے کام لیتی ہے اور حالات کے ساتھ سمجھوتا کر چکی ہے۔ اپنی موت سے قبل بھی وہ اپنے شوہر کو حالات سے سمجھوتہ کرنا ہی سکھاتی رہی۔ آخر میں بھی ہلٹر ڈ نے خاک ہونا پسند نہ کیا اور لاعلمی میں اُس کی وصیت تھی کہ میرے جسم کو آگ کے سپرد کر دینا۔ وہ سرخ انقلاب کی حامی تھی اور اُس کا آخری سفر بھی آگ کے سرخ انگاروں میں ہی تمام ہوا۔ عارف نقوی کرشن کے روپ میں سٹیج پر اداکاری کرتا تھا اور ہلٹر ڈ اُس کی رادھا کے روپ میں اُس کی حقیقی زندگی میں موجود رہی۔

ایک جرمن تنظیم سے وابستہ ہونے کے ناطے ہلٹر ڈ کبھی بھی سکون سے نہیں رہتی تھی کچھ کر گزرنے کی تمنا اُس کے اندر ہمہ وقت موجود رہتی تھی۔ وہ بد نظمی کی قائل نہیں تھی۔ کبھی ویٹرس کی نوکری کرتی تو کبھی غیر ملکی سیاحوں کی گائیڈ بن جاتی۔ عارف نقوی کی بد نظمی کی خواہش کے باوجود بھی وہ کبھی گھر کو بے سلیقہ نہیں رکھتی تھی۔

تانیا سمرنوف:

تانیا سمرنوف یوری سمرنوف کی اکلوتی بیٹی ہے۔ وہ پہلے سے شادی شدہ تھی اور دو بیٹوں کی ماں بھی لیکن شوہر سے علیحدگی کے باعث وہ سردار قالب جو ایک پاکستانی انقلابی شاعر کا بیٹا ہے سے سہولت کی شادی کر لیتی ہے۔ اس شادی سے اُس کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوتے ہیں۔ یوری سمرنوف کے پورے ماسکو میں پیشاب خانے ہیں، وہ سردار قالب کو ان کی آمدنی اکٹھی کرنے پر لگا دیتا ہے۔ سردار قالب اس غلاظت سے تنگ آکر پاکستان واپس جانے کا ارادہ باندھتا ہے۔ تانیا سمرنوف اپنے شوہر کا ہر سطح پر دفاع کرتی ہے اور جب اس کے اچانک چلے جانے پر پوری سمرنوف واویلا کرتا ہے تو وہ باپ سے بھی الجھ جاتی ہے اور شوہر کا مکمل دفاع اپنا فرض سمجھتی ہے۔ اور اپنی بیٹی کے معاملے میں باپ سے اُلجھ جاتی ہے۔ اُس کا باپ اُس کے شوہر کے خلاف اس لیے بڑھکتا ہے کہ وہ اس کی نواسی یعنی اپنی بیٹی کو بھی ساتھ لے جاتا ہے تو تانیا جن الفاظ میں مزاحمت کرتی ہے۔ مصنف نے یوں بیان کیا ہے۔

> "تانیا نے پہلی بار سر اٹھایا۔۔۔ اس پر ادھیڑ عمری غالب آرہی تھی۔۔۔ وہ لیلیٰ کو اپنے ساتھ لے جانے پر ہرگز رضامند نہیں تھا۔۔۔ لیکن ڈیڈی جیسے ایک زمانے میں میں آپ سے عشق کرتی تھی، آپ کو دنیا کا سب سے بہترین اور شاندار شخص سمجھتی تھی، ایسے ہی جذبات لیلیٰ کے اپنے باپ کے لیے ہیں ۔۔۔۔ قالب نے اُسے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا تھا لیکن وہ اس کی لاعلمی میں اس کے پیچھے ایئرپورٹ پہنچ گئی تھی اور وہ بھی مجھے بتا کر گئی ہے۔"(۱۰)

تانیا بھی شوہر کی بے عزتی برداشت نہیں کر سکی اور اُس کا اپنے شوہر سے لگاؤ سہولت کی شادی کے باوجود گہرا ہے اور اُس کی معصومیت تانیا کے دل کو بھا چکی ہے جس کی وجہ سے وہ اپنے باپ کے سامنے بھی ڈٹ کر کھڑی ہو چکی ہے

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

روجا:

مصطفیٰ اسلام کی جیسی بیوی وہ ایک ہنگرین خانہ بدوش تھی۔ روجا کا خاندان ایک سو برس سے خانہ بدوشی ترک کر کے بوداپیٹ کے نواح میں واقع ایک قصے میں مقیم تھا اور یہ پڑھے لکھے لوگ تھے۔ روجا بھی تعلیم یافتہ اور تہذیب یافتہ لڑکی تھی لیکن وہ اپنی خصلت پر ہنوز قائم تھی۔ روجا بوداپیسٹ سے یونیورسٹی سے ابلاغیات کی ڈگری حاصل کر کے ایک اخبار میں منیجر رائٹر کے طور پر ملازمت کرتی رہی۔ روجا ایک انقلاب کی حامی عورت ہے لیکن وفاداری کی خصلت اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ مصطفیٰ اسلام روجا کی وفاداری کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

> ''روجا بھی تعلیم یافتہ اور تہذیب یافتہ ہونے کے باوجود ایک بے دریغ، قابو میں نہ آنے والی ایسی تحت میرے سپرد کر دیا تھا
> تو یہ ایک قومی جنسی ہیجان کی کرامت نہ تھی۔ البتہ ڈینوب کنارے میرے روح تھی جس کی خصلت نہ بدلی تھی۔ اس نے
> اگر اپنے آپ کو پہلے سے طے شدہ منصوبے کے پہلے جنسی ایک نوعیت کے سانحے کے بعد اُس نے ایک سرگوشی کی تھی۔
> مصطفیٰ تم میرے پہلے اور آخری آدمی ہو لیکن یہ کیا ہے کہ مجھے کہیں سے گائے کے چمڑے کی بو آتی ہے۔'' (۱۱)

ناول میں روجا کا کردار زیادہ متحرک نہیں ہے۔ مصطفیٰ اسلام کی زبانی اُس کا تعارف ہوتا ہے اور صرف ایک مقام پر اپنی بیٹی کے ساتھ اُس کا مکالمہ نظر آتا ہے۔

مصطفیٰ اسلام شادی کے بعد روجا کے ساتھ دوکانداری میں مشغول ہو گیا۔ جیسی جیولز کے نام سے دوکان شروع کی مصطفیٰ اسلام بیان کرتا ہے کہ کس طرح روجا چپسیوں سے اُن کی ثقافت کی چیزیں لیتی۔

سویٹ لانا:

سویٹ لانا ظہیر الدین اور گالینا کی بیٹی ہے۔ وہ ایک مقامی تھیٹر میں اداکاری کرتی ہے۔ اداکاری اُس کا شوق بھی ہے اور وہ پیسے کے حصول کے لیے اپنے بدن کی نمائش سے بھی نہیں کتراتی اس لیے اُسے باپ کی روک ٹوک ذرا بھی برداشت نہیں ہوئی اور وہ باپ سے اس لیے الجھ پڑتی ہے کہ بلا اجازت اُس نے اُس کے رقص کی سی۔ ڈی کیوں دیکھی ۔ سویٹ لانا میں باپ کی دولت مندی کے باعث تغیر رونما ہوا اور وہ بد تمیز سے باتمیز ہو گئی اور اُسے باپ سے اُنسیت بھی ہو گئی۔ مصنف اس تبدیلی کو یوں بیان کرتا ہے۔

> ''سویٹ لانا کی بد تمیزی بھی رخصت ہو چکی تھی وہ نا صرف اپنے باپ کے ساتھ اُلفت سے
> پیش آنے لگتی تھی۔ بلکہ فلیٹ سے باہر جانے اور پھر واپس آتے اُس کے رخساروں پر آئی
> لو یو ڈیڈی'' کا بوسہ ثبت کرنا نہ بھولتی کہ ڈیڈی... فرسودہ ناکارہ برسوں سے ایک بیگار
> وجود یکدم ہوش میں آ گئے تھے۔''(۱۲)

ایک خاص وقت میں جب سویٹ لانا کا باپ واپس پاکستان چلا جاتا ہے تو وہ اُس کی کمی کو محسوس کرتی ہے اور اپنے بھائی سے باپ کی دوبارہ واپسی کا بھی کہتی ہے۔ باپ اور ماں کی نسبت سویٹ لانا کی طبیعت میں انقلاب کا شائبہ تک نہیں وہ عام روی لڑکیوں کی طرح زندگی گزارتی ہے۔

انگے ناقوی:

انگے ناقوی عارف نقوی کا مریڈ اور جرمن عورت ہلٹرڈ کی بیٹی ہے۔ اس کے ماں باپ بہت حسین تھے لیکن ناقوی نے اپنے والدین سے حسن مستعار نہیں لیا ماسوائے ایک ہلکی سی مسکان کے وہ شادی کے بعد اپنے آسٹریلوی نژاد شوہر کے ساتھ امریکہ چلی گئی اور مچھلیوں کے کاروبار سے کافی آسودہ زندگی گزار رہے ہیں۔ انگے کا ناول میں براہِ راست کوئی کردار نہیں۔ وہ صرف باقاعدہ طور پر ناول میں رونما ہوتی ہے جب اپنی ماں کی قبر پر رکھنے کے لیے پانچ گلدستے روانہ کرتی ہے۔

لولیٹا:

لولیٹا ایک نابالغ لڑکی ہے۔ اشوک کوہلی کے ساتھ جسمانی تعلقات قائم رکھتی ہے۔ اشوک کوہلی کے ساتھ جسمانی تعلقات قائم رکھتی ہے۔ اشوک کوہلی ایک کاروباری شخص ہے لیکن اُس کی جنسی تسکین لولیٹا جیسے کسی بدن کی لڑکیوں سے ہوتی ہے۔ اشوک کوہلی کا دوست وارث چوہدری اشوک کوہلی اور لولیٹا کے اس تعلق کو پسند نہیں کرتا ایک رات وہ ان دونوں کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ مصنف اس مکالمہ کو یوں بیان کرتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

"ایک شب وہ نئی دریافت کے ساتھ ایک کچے بدن کی لولیٹا کے ساتھ جو ابھی لولی پاپ چوسنے کی عمر سے باہر نہ آئی تھی اور وہ کچے امرود کی مہک لیے ہوئے مسرت سے سرشار ہوئی جاتی تھی کہ اس کا اگرچہ بوڑھا لیکن ایک ارب پتی بوائے فرینڈ اسے ایک ایسے ڈاچا میں شب گزارنے کے لیے لے جا رہا ہے جس کے برابر میں صدر پیوٹن کا ڈاچا ہے تو وہ وارث چودھری حائل ہو گیا تھا۔ نہیں اشوک تم اسے بے شک ہمارے مشترکہ ملکیت کے کسی فائیو سٹار ہوٹل کی پریذیشنل سویٹ میں لے جاؤ لیکن یہاں نہیں۔ میں اس کی جانب دیکھتا ہوں تو یہ لولیٹا، مجھے اپنی وہ بیٹی دکھائی دیتی ہے جو میرے نصیب میں نہ آسکی ۔"(۱۳)

اگرچہ وارث چوہدری کی لولیٹا سے ہمدردی تھی لیکن اپنے تئیں لولیٹا بدن فروشی اور جسمانی روابط کو غلط نہیں جانتی۔ اشوک کوہلی کے بعد وہ پاکستان میں بدن فروشی کے لیے بھی پہنچ جاتی ہے اور اس فعل کے اسرار و رموز سے بھی واقف ہے اور اس دوران ادائیں دکانے سے کبھی غافل نہیں ہوتی۔

اب یہ لولیٹا جو ابھی تک لاہور سے یہاں تک کے سفر کے دھچکوں سے سنبھل نہ پائی تھی، ابھی تک کسی قدر بدحواس تھی اور اس کے چہرے پر ایک قبض شدہ ناگوار تاثر تھا یکدم چنچل اور معصوم ہونے کی اداکاری کرنے لگی، اپنے دونوں ہونٹ ایک بچی کی مانند سکیڑ کر مسکرانے لگی کہ یہی اُس کا سب سے بڑا اشتعال انگیز ہتھیار تھا اگرچہ وہ کم از کم میں پینتیس برس کی ایک کافتہ کار عورت تھی لیکن وہ پہلی نظر میں ایک معصوم کی چودہ پندرہ برس کی بچی دکھائی دیتی تھی اور بعد میں وہ جو کرتب دکھائی تھی تو لوگ عش عش کر اٹھتے تھے۔ ویسے جس نے بھی اُسے لولیٹا کا نام دیا تھا، اُس کے مشاہدے کی داد دینی پڑتی تھی۔" (۱۴)

لولیٹا نے عمر کی کچھ دہائیوں کے بعد بھی اپنی فطری معصومیت کو رخصت ہونے نہیں دیا تھا اور مردوں کے لیے کشش کا سامان بننے والی خصوصیات کو اپنے اندر سے کبھی بھی زائل نہیں ہونے دیتی۔

مہرالنساء:

مہرالنساء عارف نقوی کے دوست کی بہو ہے وہ عارف نقوی کو پاکستان میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہے اور ایک دن وہ اس میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ مہرالنساء کا کردار اگرچہ چند لمحوں کے لیے ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ ایک احترام کرنے والی اور پیار اور محبت کے رشتوں سے بھرپور زندگی گزارنے والی عورت ہے۔

مختار بیگم:

مختار بیگم سردار غالب کی بیوی ہے۔ اس عورت کا کردار بھی ناول میں انتہائی معمولی ہے۔ وہ ان پڑھ اور غریب عورت ہونے کے باعث گھر آئے مہمانوں سے گھبراتی ہے۔ لیکن جب وہ مناسب معاوضہ پیش کر دیتے ہیں تو اُسے سردار قالب اور اُس کی بیٹی سے کوئی خار نہیں رہتی۔

مصطفیٰ اسلام کی پھوپھیاں:

مصطفیٰ اسلام کی پھوپھیوں کا کردار طویل نہیں وہ صرف روایتی پنجابی عورتوں کے ادب میں صرف چند لائنوں پر محیط ہیں جو اپنے بھتیجے سے جذباتی ہو کر ملتی بھی ہیں کچھ آنسو بہاتی ہیں اور بعد میں اُسی معمول پر آ کر اُس سے بات چیت شروع کر دیتی ہیں۔

لیلیٰ:

لیلیٰ سردار قالب اور تانیا سمرنوف کی اکلوتی بیٹی ہے۔ لیلیٰ مشرقی اور مغربی حسن کا ایک نمونہ ہے۔ اُس کے چہرے کی دلکشی اُس میں پائے جانے والے مشرقی خون کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اُس کی آنکھیں غزال کی مانند دلآویز اور حسین ہیں۔ وہ اپنے والدین سے محبت کرتی ہے لیکن باپ کے ساتھ وہ ایک خاص انسیت رکھتی ہے۔ عام مغربی لڑکیوں کی طرح وہ بھی لڑکوں کے ساتھ دوستی میں رہی لیکن اُس کا جسمانی تعلق کسی کے بھی ساتھ بوس و کنار کے حد سے آگے نہیں گیا۔ وہ اپنے نانا کو بغیر بتائے اپنے باپ سردار قالب کے ساتھ پاکستان آ جاتی ہے۔ اُس کا باپ اُسے اپنے انقلابی شاعر باپ کی شاعری کے متعلق آگاہ کرتا رہتا ہے اور مشرق کی ایک خاص اُنسیت اُسے اپنے باپ کی آبائی وطن کی طرف

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

کھینچ لاتی ہے۔ حالانکہ اس وطن میں غربت اور زبوں حالی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس کی آب وہوا بھی اُس کی طبیعت سے میل نہیں کھاتی اور پیار کی بدولت اس وطن کو دیکھنے آ پہنچتی ہے۔ لیکن وہ اپنے باپ کے ساتھ دلی وابستگی اور پیار کی بدولت اس وطن کو دیکھنے آ پہنچتی ہے۔

یہاں آ کر بھی وہ عیش وآسائش اُسے میسر نہیں آتے جن کی وہ عادی ہے لیکن وہ پھر بھی اپنے باپ کے ساتھ ہے۔

"لیلیٰ اپنی جھلنگا چارپائی کے جھولنے سے بمشکل اٹھی اور قلب کی گردن میں اپنی لمبی بانہیں حائل کر کے اُس کے ماتھے پر
اپنے ہونٹ رکھ دیئے میں آپ کے ساتھ ہوں ڈیڈی "(۱۵)

لیلیٰ کسی صورت بھی اپنے والد کو کمزور نہیں دیکھنا چاہتی اور وہ خود اُس کے منہ سے بھی یہ الفاظ سنا پسند نہیں کرتی اور وہ اپنے باپ کے کام لائق تحسین سمجھتی ہے کہ اُس نے اطاعت وفرمانبردار میں تمام کام سرانجام دیئے۔ پاکستان آ کر لیٹی کو اپنے تایا کے بیٹے سردار میر سے انسیت ہو جاتی ہے۔ یہ رومانوی تعلق ناول میں کسی اختتام کو نہیں پہنچتا لیکن لیلیٰ اس کے ساتھ نامعلوم سے رشتے میں بندھ جاتی ہے۔ وہ ایک پہاڑی دار مزدور میں کشش محسوس کرتی ہے۔ وہ جب مزدوری کے لیے نکلتا ہے تو لیلیٰ اس کی واپسی کی منتظر رہتی ہے۔ لیلیٰ ایک ہمدرد اور معصوم کردار ہے جس کے اندر درد دل کا جذبہ بھی موجود ہے اور وہ کسی حد تک رشتوں میں اعتدال اور توازن برقرار رکھنے کو بھی ترجیح دیتی ہے۔

کیتھرین:

کیتھرین ایک فربہ اندام سمرنوف کے پیشاب خانوں کی حفاظت کرنے والی عورت ہے۔ جو کہ ان پیشاب خانوں کا معاوضہ وصول کرنے پر مامور ہے۔

جینا اسلام:

جینا اسلام ایک مضبوط کردار ہے۔ اس کے اندر دو جیسی مصطفیٰ اسلام اور روجا کا خون دوڑ رہا ہے وہ ان دونوں میاں بیوی کی اکلوتی اولاد ہے۔ ایک پڑھی لکھی اور تہذیب یافتہ لڑکی ہے۔ جینا ایک بے چین جیسی لڑکی کا کردار ہے۔ وہ تعلیم کے حصول کے بعد مختلف جگہوں پر جا کر اپنے شوق کی تسکین کرتی ہے۔ وہ ایک گٹارسٹ ہے اور جس جگہ بھی جاتی ہے۔ اپنے فن کی دھنیں بکھیرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ لاہور اس کے باپ کا آبائی شہر ہے اور وہ یہاں پر اپنے باپ کے اُس گھر کو دیکھنے آتی ہے۔ جہاں ہر وہاں کی بھوپھوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ وہ لاہور آنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ جہاں پر اُس کا گزر لاہور کی بدنام زمانہ ہیرا منڈی سے بھی ہوتا ہے اور وہاں کی طوائفوں اور کوٹھوں کا بغور مشاہدہ کرتی ہے۔ وہ راوی کے ساتھ ساتھ قائم جھگیوں میں موجود لوگوں سے ملتی ہے اور اُن کی زندگی کے بارے متلاشی نظر آتی ہے۔ جینا اپنے باپ کی بتائی گئی باتوں کی اصلیت تلاش کرنے کے لیے اس طرف کا رُخ کرتی ہے اور یہاں اُس کی ملاقات اپنے باپ مصطفیٰ اسلام کی پھوپھیوں سے بھی ہوتی ہے۔ اُسے یہاں پر مختلف آدمیوں سے جسم کے لیے جملے کا نشانہ بھی بنایا جاتا ہے لیکن وہ اس سب سے بآسانی بچ جاتی ہے۔ کیونکہ وہ ایک شدید جذبے والی جیسی ہے ایک جسم فروش نہیں۔ وہ بوداپسٹ کے نیلے ڈینیوب کے شفاف پانیوں کی رہائشی ہے تو اُس کے اندر جنسی غلاظت کا شاہ تک نہیں۔ اُسے داؤد نیشنل کالج آف آرٹس کے ایک اُستاد جو کہ تین بچوں کا باپ تھا سے جذباتی لگاؤ محسوس ہوا وہ اُس کے سامنے برہنہ بیٹھ کر خود کو مصور کرواتی رہتی لیکن اُسے اُس کے جسم یا جذبات سے مصوری سے آگے کوئی لگاؤ نہیں تھا۔

جینا اسلام چونکہ ایک مضبوط اعصاب کی مالک خاتون کے روپ میں پیش کی گئی اور مغربی لڑکیاں اتنی مضبوط ضرور ہوتی ہیں۔ اُن کی مرضی کے بغیر اُن سے کوئی بھی فعل سرزد نہیں کروایا جا سکتا۔ جینا یہاں پر مختلف محفلوں میں اپنی دھنوں کے سر بکھیرتی ہے اور اُس کی آواز میں ایک جیپسی لوچ بن نمایاں ہے جو سننے والوں پر سحر طاری کرتا ہے۔ لاہور پہنچ کر اسے وہی اپنائیت محسوس ہوتی ہے جو بوداپیسٹ میں ڈینیوب کے کنارے۔

"راوی اور ڈینیوب کے درمیان نہ وہ شہر تھے اور نہ وہ ریگستان اور دریا جنہیں عبور کر کے میں
برسوں میں لاہور تک پہنچی تھی، برسوں کے یہ فاصلے لمحوں میں طے ہو رہے تھے
میری بانہیں کب کی ویران ہو چکیں
ان میں کوئی کنگن نہیں جو کھنک سکے۔
میرا پیرہن تار تار ہے اور جوتے اُدھڑ چکے ہیں۔
بالوں میں سفر کی وہ دھول ہے جو ڈھلتی ہی نہیں۔"(۱۶)

لاہور میں مقیم ہو کہ اُس نے لاہور کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا یہاں اُسے گوری گوری کے نام سے جانا جانے لگا وہ یہاں کے کھانوں سے بھی مانوس ہو گئی اور جو ابتداء میں اسے غلیظ اور موٹاپا پیدا کرنے والے کھانے لگتے تھے لذیذ لگنے لگے۔اُس نے اپنے باپ مصطفیٰ اسلام کو خط لکھا وہ دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے سے ملنے کے لیے بیتاب تھے۔ اُس نے لاہور سے رختِ سفر باندھا اور اس کے باپ نے بوداپیسٹ سے روانگی پکڑ لی۔واپس جا کر جب اُسے ایک نامعلوم کی بے چینی نے گھیر لیا۔باپ کو وہاں موجود نہ پا کر ایک بے کلی اُس کے اندر سرایت کر گئی۔ماں کا سراپا دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ اُس کی ماں اتنے کم عرصے میں اس قدر بوڑھی ہو چکی ہے۔داؤد کے غم میں دلبرداشتہ ہو کر اُس نے واپسی کا جو سفر اختیار کیا۔اُس کے اُسے اس پچھتاوے میں مبتلا کیا کہ وہ کیوں اتنا عرصہ اپنے گھر اور شفاف نیلے ڈینیوب سے دور رہی آخر میرا اصل ٹھکانہ تو یہ تھا۔یہاں واپس آ کر اُس نے بوداپیسٹ یونیورسٹی میں جیبر.ان لاہور پر لیکچر دینا شروع کر دیئے۔جینا اسلام کا کردار ایک متحرک کردار ہے۔ایک ساکت و جامد فضا سے بہت پرے ہر وقت جنبش میں رہتا ہے۔ باپ کے ساتھ اُس کی والہانہ عقیدت اُس کی غیر موجودگی اُسے کھٹکتی ہے۔وہ باپ کو سامنے پا کر اُس سے یوں مخاطب ہوتی ہے۔

"آپ کو کچھ اندازہ ہے ڈیڈی کہ جب میں اتنے برسوں بعد لوئی تو بالکونی خالی پڑی تھی، تو مجھ پر کیا گزری۔"(۱۷)

اپنے گھر واپسی پر وہ اپنی ان تمام چیزوں کو سنبھال لیتی ہے جو اُس کے سفر میں اُس کی رفیق کار رہی۔خانہ بدوش جپسیوں کی روح سفر کے لیے بے چین رہتی ہے۔جینا کی زندگی بھی سفر اور اس کے اثرات کا جائزہ لینے پر مشتمل ہے۔

کیتھرائن:

کیتھرائن تولا یونیورسٹی کے ایک پروفیسر سرجی کی بیوی کا کردار ہے۔جو جنگی حکمت عملی اور اقتصادیات کا پروفیسر تھا۔کیتھرائن سے دس برس بڑا تھا لیکن کیتھرائن نے اس سینئر کولیگ کو ہی شوہر کے روپ میں قبول کیا اور اس کے بچوں کی ماں بننے کو ترجیح دی اگرچہ اس سے پہلے بہت سے مرد اس کی زندگی میں آئے لیکن کیتھرائن نے سرجی کو اپنا ساتھی چنا۔

سرجی نے اُسے کیتھرائن کو ملتفت نہیں کیا تھا بلکہ وہ خود شعوری کوشش سے اُس کی دبیز عینک میں اپنی نیلی نگاہوں سے چھید کرتی زبردستی اس کے دل تک پہنچ گئی تھی۔(۱۸)

سرجی سے تعلق ختم ہونے کے بعد کیتھرائن ایک جسم فروش کے طور پر ناول میں رونما ہوتی ہے۔چہرے مہرے سے وہ کبھی بھی ایک جسم فروش بن چکی ہے۔

میں کیتھرائن ہوں. نہ اُس کے چہرے سے عیاں ہوتا تھا کہ وہ ایک بدن فروش ہے اور نہ ہی اُس کے لہجے میں لبھانے کی خاطر کوئی مصنوعی دل نوازی تھی۔(۱۹)

کیتھرائن میڈم پیرزادہ کے بلاوے پر پاکستان آئی تین ماہ کے ویزے کے دوران اُسے مختلف جگہوں پر بھیجا جاتا۔بھارت میں روسی بدنوں کی مانگ نہیں وہ راج کپور کے چارلی چپلن سے مستعار انداز سے بہت متاثر تھی۔

"وہ آوارہ ہوں" کی اتنی شیدائی تھی کہ وہ راج کپور کی مانند جس نے یہ انداز چارلی چپلن سے مستعار لیا تھا،ایک تنگ کوٹ، پائنچوں تک چڑھی پتلون پہنے سر پر ایک پچکا ہوا ہیٹ جمائے ہاتھ میں چھڑی گھماتے "آوارہ ہوں "گاتی پھرتی تھی۔"(۲۰)

بھارت میں چونکہ اُس کی مانگ نہ تھی اس خطے میں پاکستان ہی ایسا ملک تھا جہاں وہ جا سکتی تھی۔سوڈان، دوبئی سعودی عرب کے ویزے ہونے کے باوجود اُس نے "آوارہ ہوں" کی خاطر بھارت کے ہمسایہ پاکستان کا انتخاب کیا۔وہ تولا یونیورسٹی میں ادب پر لیکچر دیا کرتی تھی لیکن اپنی خواہش کے مطابق ضروریات پوری کرنے کے لیے وہ ایک بدن فروش بن گئی۔

عبداللہ پردیسی کے ڈیرے پر جب اُس کی ملاقات کامریڈ بوڑھے ظہیر الدین سے ہوئی تو وہ ششدر رہ گئی کہ شخص اتنی شستہ روی کیسے بول سکتا ہے۔عبداللہ پردیسی نے اُس کا تعارف بھی روسی کے طور پر ہی کروایا کہ آپ دونوں ہم وطن ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.8 No.3 2024

حوالہ جات:

۱۔ مستنصر حسین تارڑ۔ قربت مرگ میں محبت۔ لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ ۲۰۰۱۔ ص ۱۰

۲۔ ایضاً۔ ص ۱۶

۳۔ ایضاً۔ ص ۱۷۷

۴۔ ایضاً۔ ص ۸۱۔ ۸۲

۵۔ ایضاً۔ ص ۸۷

۶۔ ایضاً۔ ص ۹۷

۷۔ ایضاً۔ ص ۳۱۱

۸۔ مستنصر حسین تارڑ، اے غزال شب، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز۔ ۲۰۱۳۔ ص ۱۰

۹۔ ایضاً۔ ص ۱۳

۱۰۔ ایضاً۔ ص ۱۸۹

۱۱۔ ایضاً۔ ص ۴۲

۱۲۔ ایضاً۔ ص ۱۰۵

۱۳۔ ایضاً۔ ص ۸۵

۱۴۔ ایضاً۔ ص ۲۶۲

۱۵۔ ایضاً۔ ص ۱۷۵

۱۶۔ ایضاً۔ ص ۱۷۰

۱۷۔ ایضاً۔ ص ۲۴۶

۱۸۔ ایضاً۔ ص ۲۵۵

۱۹۔ ایضاً۔ ص ۲۶۲

۲۰۔ ایضاً۔ ص ۲۶۳